شخصیّات

علامہ اقبال، میاں امیر الدّین (سیاسیاتِ کشمیر)

کلیم اختر

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
اقبال اکادمی پاکستان
©2002-2006

شخصیات

علامہ اقبال۔ میاں امیر الدین

(سیاسیات کشمیر)

کلیم اختر

All rights reserved.
©2002-2006

خطۂ کشمیر اپنے نظر نواز نظاروں اور جنت نشاں مرغزاروں کے باعث ہمیشہ ہی اہلِ دل اور اہلِ نظر انسانوں کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ یہ ارضِ جمیل جہاں علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کا گہوارہ ہے وہاں اس کی کوکھ سے بے شمار اہلِ علم و دانش بھی پیدا ہوئے جنھوں نے نسلِ انسانی کی بہتری کے لیے مثالی امور سرانجام دیے —— ایسے ہی بزرگوں میں ایک پاکستان کے بزرگ سیاست دان میاں امیر الدین ہیں جو صدر انجمن حمایتِ اسلام اور صدر "مرکزیہ مجلسِ اقبال" بھی ہیں۔

میاں امیر الدین کے آبا و اجداد کا تعلق موضع دھال ہانجی پورہ تحصیل کولگام سے تھا۔ یہ خاندان اپنی اسلام دوستی، رواداری اور شرافت کے لیے وادی بھر میں مشہور تھا۔ اُن کا سلسلۂ ارادت حضرت شیخ العالم شیخ نور الدین اور "رشی ولی" سے ملتا ہے —— حضرت شیخ نور الدین ولیؒ کا شمار برصغیر کے اُن عظیم صوفیائے کرام میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنے زمانے میں رشد و ہدایت کے چشمے جاری کیے اور خلقِ خدا کو شرک و بدعت کے راستے سے ہٹایا۔

کشمیر اور بیرونِ کشمیر شیخ نور الدین رشی ولیؒ کے ارادت مندوں، خلفا اور اولاد کو رشی ہی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ لفظ رشی کوئی ذات یا گوت نہیں ہے بلکہ یہ اہلِ اللہ یا زہاد کے اُس طبقے کو کہا جاتا ہے جو خدائے واحد و لاشریک کی وحدیت پر کامل یقین رکھتے ہیں۔

"تاریخِ کشمیر" میں جن رشیوں کا ذکر آیا ہے ان میں میر، بٹ اور زمیندار بھی شامل ہیں!

موضع دھال ہانجی پورہ میں میاں امیر الدین کے بزرگوں کی زمینیں محفوظ ہیں۔ سرکاری ریکارڈ

کے مطابق میاں امیرالدین کے جدِ اعلیٰ محمد اسحاق شیخ علاقہ کے بڑے زمینداروں میں سے تھے جو بہت ہی نیک اور دیندار انسان تھے۔ یہ نومسلم تھے اور ان کا تعلق کشتواڑ کے راجگان سے تھا چونکہ شیخ نورالدین رشی ولیؒ کے سلسلہ میں بیعت تھے، اس لیے رشی بھی کہلاتے تھے۔ وہ شیخ العالم کے خلیفہ چہارم بابا نصرالدین رشی کے خاص مرید تھے۔ انہیں بھی علامہ اقبالؒ کے جدِ اعلیٰ بابا لول حج کے مانند حج کرنے کا بہت شوق تھا چنانچہ انہوں نے بھی کئی حج کیے ہوئے تھے۔ علامہ اقبال کے بزرگ بھی انہی خلیفہ کے مریدِ خاص تھے۔ اس اعتبار سے علامہ اقبالؒ بھی رشی تھے۔ گوان کی گوت (برہمن) تھی۔ اس سلسلے میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ جب ایک بار سر رابندر ناتھ ٹیگور لاہور آئے اور کوئین میری کالج میں ان کا ایک لیکچر تھا وہاں پر انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ لاہور میں کشمیر کے مسلمان رشیوں کا ایک خاندان آباد ہے۔ چنانچہ وہاں پر ڈاکٹر ٹیگور سے میاں امیرالدین کی بچی کو ملایا گیا جو اس وقت وہاں زیرِ تعلیم تھی۔ اب وہ بیگم میجر جنرل ریاض حسین مرحوم ہیں۔ بہرحال "رشی نامہ" میں یہ مذکور ہے کہ لفظ رشی دراصل "رکھی" ہے اور سنسکرت زبان میں اس کے معنی "تارک الدنیا یا لوگوں یا خدا تعالیٰ کی یاد میں مشغول انسانوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

تاریخ کشمیر کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ ریاست میں میاں امیرالدین کا خاندان بااثر اور بارسوخ تھا اور جب کشمیر پر افغان قابض ہوئے اور انہوں نے کشمیری عوام پر مظالم ڈھانے شروع کیے تو میاں صاحب کے بزرگ خاموش نہ رہے، جن پر افغان حکمرانوں نے انہیں شہید کر دیا۔ چنانچہ آج بھی ان کی قبر محلہ انچی پورہ کی پرانی مسجد کے صحن میں موجود ہے۔ لہٰذا حکمران طبقے کے مظالم سے تنگ آ کر یہ خاندان ترکِ وطن پر مجبور ہوا۔ ابتدا میں انہوں نے جموں کے موضع اکھنور میں دریائے چناب کے کنارے گھر بنایا۔ روایت ہے کہ کشمیر سے آتے ہوئے ان کے ایک بزرگ نے چند اشرفیاں رکھ لی تھیں۔ اُن کا نام رسول بخش چودھری تھا جنہیں کشمیری رُسلا چودھری کہتے تھے۔ ریاست میں خود کو غیر محفوظ جانتے ہوئے انہوں نے سیالکوٹ میں ہجرت کی۔ یہ وہی وقت ہے جب علامہ اقبالؒ کے بزرگوں نے بھی کشمیر سے ترکِ سکونت کیا تھا۔ رسول بخش چودھری، میاں امیرالدین کے پردادا تھے اور اُن کے جس بیٹے نے پنجاب اور کشمیر میں اپنا نام پیدا کیا وہ میاں کریم بخش رئیسِ لاہور تھے جن کے نام کی مسجد آج بھی لاہور میں موجود ہے۔ آپ بڑے مخیر انسان تھے۔ ان کے ایک بھائی میاں رحیم بخش تھے جن کے فرزند

کا نام میاں عبدالصمد تھا جو لاولد تھے اس لیے انھوں نے اپنی جائیداد حضرت شاہ غوث محمدؒ اور بادشاہی مسجد کے نام وقف کر دی تھی۔ جو آج کل محکمہ اوقاف پنجاب کی تحویل میں ہے۔

میاں کریم بخش مرحوم جنھیں لاہور میں علامہ اقبالؒ کو متعارف کرانے کا شرف حاصل ہے۔ ۱۸۲۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ اس وقت صوبائی دربار کے رکن تھے کنہیا لال اور عبداللطیف دونوں نے اپنی اپنی تاریخ لاہور اور تاریخ پنجاب میں ان کا ذکر کیا ہے۔ جب لاہور میں میونسپلٹی قائم ہوئی تو وہ اس کے رکن بنے۔ اور تا زیست اس منصب پر فائز رہے۔ یہ وہی میاں کریم بخش ہیں جن کا شمار بانیان انجمن حمایت اسلام، اور انجمن اسلامیہ پنجاب میں ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے انجمن کشمیری مسلمانان پنجاب کی داغ بیل ڈالی۔ اس جماعت کے جنرل سیکرٹری علامہ اقبال بھی رہے جو اس وقت گورنمنٹ کالج لاہور کے طالب علم تھے۔ میاں کریم بخش متقی پرہیزگار اور مخیر انسان تھے، علم و ادب سے بھی شغف تھا۔ انھوں نے ہی اپنے گھر مہمان رکھ کر پنجابی زبان کے مشہور شاعر عبدالقادر سے "قصص الحسنین" لکھوائی جس کا اعتراف اس نے یوں کیا ہے۔

باجھ حساباں حمد خدا نوں جس نے بخشی یاری
کرے فضل تیار کرائی ایہہ تصنیف پیاری
میاں کریم بخش پر ہووے رحمت فضل جناباں
کوشش کر جس تھلوں فضلوں حصہ لیا حساباں

"تاریخ لاہور" میں مذکور ہے کہ میاں کریم بخش نے کشمیر کے قحط سے ستائے ہوئے انسانوں اور سیلاب زدگان کی بے حد امداد اور اعانت کی جس کا اعتراف حکومت نے اس شکل میں کیا کہ علاقہ سمندری میں ایک بڑا قطعہ اراضی اور جنگل دیا جسے میاں کریم بخش نے قبول نہ کیا اور کہا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے، اپنے خدا کی خوشنودی کے لیے کیا ہے۔ اور وہی مجھے اجر دے گا۔ میاں کریم بخش ۱۹۰۴ء میں انتقال کر گئے۔

میاں امیر الدین

میاں امیر الدین، میاں کریم بخش کے منجھلے بیٹے میاں جلال الدین کے فرزند ارجمند ہیں۔ ان

کی شخصیت و کردار پر اپنے دادا مرحوم کی چھاپ ہے۔ میاں صاحب کی پرورش اپنے دادا مرحوم کی نگرانی میں ہوئی چونکہ علامہ اقبالؒ کے مراسم اس خاندان سے بہت دیرینہ تھے اس لیے میاں صاحب نے اپنی اوائلِ عمر میں ہی علامہ اقبالؒ کو اپنے گھر پر دیکھا۔ علامہ اقبال، میاں امیرالدین کے تایا اور خسر میاں نظام الدین کے گہرے دوست تھے۔ چنانچہ میاں صاحب کا گھرانا جسے "بارود خانہ" کہا جاتا ہے، پنجاب، کشمیر اور ہندوستان کی تحریکوں کا مرکز رہا اس لیے اس دور کے تمام بڑے بڑے زعماکرام "بارود خانہ" تشریف لاتے تھے۔ میاں نظام الدین، اعلیٰ ادبی و علمی ذوق کے مالک تھے۔ ممتاز ناول نگار اور افسانہ نویس میاں ایم اسلم، انہی کے فرزند تھے۔ جنھوں نے تحریک پاکستان کے لیے قلمی جہاد کیا، اور سو سال عمر پاکر خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

یہاں یہ بتانا بے محل نہ ہوگا کہ ۱۹۲۴ء میں جب ڈوگرہ حکومت نے کشمیر کے دو رہنماؤں خواجہ سعدالدین شالی اور سید نور شاہ نقشبندی کو جلاوطن کیا تو انھوں نے یہ دور لاہور میں میاں صاحب کے ہاں ہی بسر کیا۔ چنانچہ امیرالدین نے راقم کو بتایا کہ جو میمورنڈم ان کشمیری لیڈروں نے وائسرائے ہند لارڈ ریڈنگ کو دورۂ کشمیر کے موقع پر پیش کیا تھا، وہ علامہ اقبالؒ ہی کی تحریک پر لاہور ہائی کورٹ کے جج مسٹر جسٹس آغا حیدر مرحوم نے تحریر کیا تھا۔ چونکہ ان کشمیری لیڈروں کے علامہ اقبالؒ کے ساتھ مراسم تھے اس لیے انھوں نے علامہ اقبالؒ کے مشورے سے یہ میمورنڈم وائسرائے ہند کو پیش کیا جس میں کشمیری عوام کی ناگفتہ بہ حالت اور ڈوگرہ حکومت کی سختیوں کا ذکر کیا۔ ازاں بعد جب ان افراد کو جلاوطن کیا گیا اور ان کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں تو علامہ اقبال کو بہت دکھ ہوا۔ اس واقعے کے کچھ عرصہ بعد مہاراجہ پرتاپ سنگھ والیِ ریاست مر گیا اور اس کی جگہ مہاراجہ ہری سنگھ تخت نشین ہوا جو علامہ اقبال کے دوست نواب طالع محمد آف پالن پور کا عزیز دوست تھا۔ علامہ اقبال نے نواب پالن پور کی وساطت سے ان لیڈروں کی جلاوطنی ختم کرائی۔

میاں امیرالدین کے دادا میاں کریم بخش اور بعض دوسرے سربرآوردہ کشمیری لیڈروں نے مسلمانوں میں شعورِ آزادی پیدا کرنے اور ان کے مسائل و معاملات کو حکومتِ برطانوی ہند تک پہنچانے اور پنجاب اور دیگر صوبوں اور اضلاع میں پناہ گزیں کشمیریوں کے امور و مسائل کو سرانجام دینے کے لیے ۱۸۹۶ء میں "انجمن کشمیری مسلمانانِ پنجاب" قائم کی۔ اس سے قبل ۱۸۹۴ء میں اسی نوعیت کی ایک تنظیم گجرات میں "انجمن خیر خواہانِ کشمیریاں" بھی وجود میں آ چکی تھی۔ جہاں تک علامہ اقبال کا تعلق ہے، یہ وہی دور تھا جب وہ نئے نئے لاہور میں بغرضِ تعلیم وارد ہوئے

تھے ۔ چونکہ بقول میاں امیر الدین ۔ " ہمارے بزرگوں اور علامہ اقبالؒ کے بزرگوں کے مراسم قائم تھے جو درحقیقت وادیِ کشمیر ہی سے شروع ہوگئے تھے کیونکہ قرائن بھی بتاتے کہ جس دور میں ہمارے بزرگوں نے افغانوں کے مظالم سے تنگ آکر ریاست کو چھوڑا تو اسی زمانہ میں علامہ اقبال کے آباؤ اجداد بھی ان کے ہمراہ آئے اور یہ بھی سیالکوٹ میں بس گئے ۔"

یہاں یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ میاں امیر الدین کے پردادا چودھری رسول بخش کی شادی سیالکوٹ میں حضرت امام علی الحقؒ کے سجادہ نشینوں کے گھرانے میں ہوئی جو سیالکوٹ کے مسلمانوں کا بارسوخ خاندان تھا ــــــ بہرحال جب لاہور میں " انجمن کشمیری مسلمانانِ پنجاب " قائم ہوئی تو اس میں نوجوان اقبال جو گورنمنٹ کالج لاہور کے طالب علم تھے شامل ہوگئے ۔ انہوں نے اس موقع پر ایک طویل نظم لکھی جو " باقیاتِ اقبال " ــــــ اور " سرودِ رفتہ " دونوں میں شامل ہے ۔

ہزار شکر کہ اک انجمن ہوئی قائم
یقیں ہے راہ پہ آئے گا طالعِ واژوں
ملے گا منزلِ مقصود کا پتا ہم کو
خدا کا شکر کہ جس نے دیے یہ راہ نموں

یہ نظم منشی محمد الدین فوق مرحوم کے اخبار " کشمیری میگزین " میں ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی ۔ علامہ اقبال بطور سیکرٹری اس انجمن کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے تھے ۔ بعد میں یہی انجمن " انجمن کشمیری مسلمانان " " مسلم کشمیری کانفرنس " اور " پاکستان کشمیری کانفرنس " کے ناموں سے زندہ رہی ــــ علامہ اقبالؒ ازاں بعد ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۸ء تک " مسلم کشمیری کانفرنس " میں برابر حصہ لیتے رہے ۔ اس کا تمام ریکارڈ الحمد للہ محفوظ ہے ۔ اس کانفرنس ہی کے وظائف سے کشمیری طلبا نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی جن میں شیخ محمد عبداللہ ، مرزا محمد افضل بیگ اور شیخ محمد انور ایسے ممتاز لوگ شامل ہیں ۔ یہ ریکارڈ میاں امیر الدین صاحب کی تحویل میں ہے ۔

علامہ اقبال

میاں امیر الدین نے راقم کو بتایا کہ جب ۱۹۳۱ء میں کشمیر میں تحریکِ حریت چلی تو علامہ اقبالؒ سخت بے چین ہوئے ۔ شملہ میں ہندوستان کے تمام مسلمانوں کے نمایندوں کا اجلاس ہوا

جس میں "آل انڈیا کشمیر کمیٹی" معرض وجود میں آئی ۔ اس کانفرنس میں میر محسن شاہ کے ہمراہ میں بھی شریک ہوا۔ ابتدا میں اس کمیٹی پر جماعت احمدیہ کا اثر و رسوخ تھا اور وہ تحریک کشمیر کو اپنے طور پر اپنے مخصوص کے لیے چلانا چاہتے تھے جس سے ہم سب پریشان ہوئے خاص طور پر علامہ اقبال۔ کشمیر سے ایسی خبریں آنے لگیں کہ شیخ محمد عبداللہ جماعت احمدیہ کا ساتھ دے رہے ہیں۔

"چنانچہ علامہ اقبال نے مجھے اور امرتسر کے مشہور لیڈر شیخ محمد صادق (والد ماجد شیخ مسعود صادق مرحوم) کو سرینگر بھیجا۔ ہم دونوں سرینگر گئے اور وہاں سے خواجہ سعدالدین شال کو ساتھ لیا اور شیخ محمد عبداللہ سے ایک ہوٹل میں ملے — جب ہم نے شیخ محمد عبداللہ سے اس بات کا ذکر کیا تو وہ یہ سن کر حیران رہ گئے اور ہمیں ایک بیان لکھا کر اپنے دستخطوں سے دے دیا۔

'میں عقیدہ کے اعتبار سے نہ لاہوری ہوں اور نہ ہی قادیانی اور صحیح العقیدہ مسلمان ہوں اور ختم نبوت پر کامل ایمان اور یقین رکھتا ہوں'

جب ہم نے یہ تحریر لکھوائی تو شیخ صاحب کو مذاق میں کہا کہ اب آپ رہا ہیں۔"

تحریک حریت کشمیر کے بارے میں میاں امیرالدین نے بتایا کہ حضرت علامہ اقبالؒ کو کشمیریوں سے بے حد محبت تھی اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ ان کے آبا و اجداد کا وطن کشمیر تھا۔ دوسرے بحیثیت مسلمان وہ کشمیریوں کو مظلوم و مقہور سمجھتے تھے اور ان میں جذبۂ حریت اجاگر کرنا چاہتے تھے۔ یہاں ایک اور بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ جب مجلس احرار اسلام نے تحریک کشمیر کے مسئلہ پر چندہ جمع کیا تو علامہ اقبالؒ نے مجھے اور ڈاکٹر ایم۔ ڈی۔ تاثیر مرحوم کو چودھری افضل حق مرحوم کے پاس بھیجا۔ اور کہا، یہ سارا چندہ شیخ محمد عبداللہ کو دے دو کیونکہ وہ کشمیری مسلمانوں کے لیے جدوجہد کر رہا ہے لیکن وہ نہ مانے۔ خود علامہ اقبال نے کشمیری سیاسی اسیروں کے مقدمات کے اخراجات کے لیے کئی لوگوں کو ذاتی طور پر خطوط لکھے جن میں نواب بہادر یار جنگ (حیدر آباد دکن) اور پٹنہ کے وکیل نعیم الحق قابل ذکر ہیں۔

علامہ اقبال کا ذکر جمیل کرتے ہوئے میاں امیرالدین نے فرمایا کہ میں نے علامہ اقبال کی سب سے پہلی نظم "نالۂ یتیم" گیارہ برس کی عمر میں سنی تھی۔ ہمارے استاد مولانا اصغر علی روحی مرحوم جو علامہ اقبالؒ کے معتقد تھے اور خود بھی بڑے پائے کے عالم و فاضل تھے۔ علامہ اقبال ہمارے ہاں اکثر 'بارود خانہ' میں آتے تھے۔ ان کے ہمراہ بعض اوقات خواجہ دل محمد مرحوم ہوتے —

میاں نظام الدین مرحوم کے جو میرے تایا تھے، ان سے دوستانہ مراسم تھے۔ وہاں اکثر آموں کی پارٹی ہوتی تھی ـــــ مولانا عبد المجید سالک، مولانا غلام رسول مہر، مولانا ظفر علی خان کے ساتھ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی بھی آموں کی پارٹی میں شریک ہوتے تھے ایک بار علامہ اقبال نے ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کی آم خوری پہ فرمایا:

انبہ را کہ نکر دند دریں باغ نگاہ
جائے او باد بنارِ شکم عبد اللہ

یہ جولائی ۱۹۳۲ء کا واقعہ ہے۔ علامہ اقبال نے ہمارے باغ کے ایک اعلیٰ قسم کے آم کا نام "ٹیپو" رکھا ہوا تھا۔

۱۹۰۵ء میں جب کانگڑہ میں زلزلہ آیا تو علامہ اقبالؒ اُن دنوں بھاٹی دروازہ کے اندر رہتے تھے۔ اس واقعے کے بارے میں ان کے خادم علی بخش نے مجھے بتایا تھا کہ میں زلزلہ کے خوف سے کبھی ادھر دوڑتا اور کبھی اُدھر ـــــ علامہ اقبال نے فرمایا ـــــ "علی بخشا دوڑنہ ـــ پوڑیاں (سیڑھیوں) دے تھلے کھڑا ہوجا ـــــ اور خود آرام سے لیٹے رہے۔ یعنی ان پہ زلزلہ کا کوئی ڈر یا خوف مسلط نہ تھا۔

میاں امیر الدین نے فرمایا ـــــ علامہ اقبال نہرو رپورٹ کے خلاف تھے اور یہی وجہ تھی کہ جب راجہ صاحب محمود آباد ان سے ملنے آئے تو آپ نے ملاقات نہ کی کیونکہ راجہ صاحب نے نہرو رپورٹ کی حمایت کی تھی۔

میاں صاحب نے مزید بتایا ـــــ کہ ایک بار علامہ اقبالؒ نے ڈاکٹر مختار الدین انصاری کو خط لکھا ـــــ "کیا واقعی آپ کو یہ یقین ہو چکا ہے کہ دین اسلام مسلمانوں کی اصلاح نہیں کر سکتا۔"

غازی علم الدین شہید کے مقدمے کے دوران لوگ آپ کے پاس آئے کہ اگر آپ کہہ دیں تو علم الدین بیان بدل لے۔ اس طرح وہ بچ سکتا ہے۔ علامہ اقبال نے پوچھا کیا علم الدین یہ بات مانتا ہے؟ وکلا نے جواب دیا کہ نہیں وہ نہیں مانتا ـــــ شاید آپ کی بات مان لے۔"

اس پر علامہ اقبال جوش میں آگئے اور کہنے لگے کہ اگر وہ اپنے مسلک پہ قائم ہے تو میں کون ہوں، اس کو شہادت کے مرتبے سے باز رکھنے والا۔

یہ کہنا تھا کہ ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

میاں امیرالدین فرماتے ہیں کہ علامہ اقبال کی وفات سے چند روز قبل میرے تایا میاں نظام الدین مرحوم ان کے ہاں گئے۔ حضرت علامہ چارپائی پر لیٹے تھے اور علی بخش انھیں دبا رہا تھا۔

میاں نظام الدین نے پوچھا ڈاکٹر صاحب کیا حال ہے؟

علامہ اقبال نے فرمایا!

"مر چکا ہوں ـــــ اب دیکھ رہا ہوں ـــــ!"

میاں امیرالدین کا علامہ اقبال اور ان کے خاندان سے گہرا تعلق ہے۔ علامہ محمد اقبال کی دختر منیرہ بانو، میاں امیرالدین کے بیٹے میاں صلاح الدین کی اہلیہ محترمہ ہیں۔ میاں صاحب کے پاس علامہ اقبالؒ کی کئی دستاویزات محفوظ تھیں جو انھوں نے اقبال میوزیم کو دے دی ہیں۔ یہاں پہ ایک اہم بات کا ذکر بے حد ضروری ہے۔ وہ یہ کہ علامہ اقبال نے اپنے بچوں کی نگرانی کے لیے جو گارڈین مقرر کیے تھے ان میں ایک شیخ اعجاز احمد تھے جو علامہ اقبال کے بڑے بھائی شیخ علی محمد کے فرزند ہیں۔ اس سلسلہ میں علامہ اقبال کے بچوں کی نگرانی محترمہ ڈورس احمد نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ (یہ کتاب حال ہی میں شائع ہوئی ہے)

Sh. Ejaz Ahmad was the elder son Sh. Atta Muhammad. He was very well educated and Dr. Sahib seemed to have had a very high opinion of him as he appointed him a guardian of his minor children in preference to his father Sh. Atta Muhammad. Towards the end of his life, however he expressed to me that he wished that he had made some other choice since Ejaz Ahmad had become a *Qadiyani*, an act which Dr. Sahib had thoroughly disapproved, this opinion he expressed to me several times.

"شیخ اعجاز احمد، شیخ عطا محمد کے بڑے بیٹے تھے۔ وہ بڑے تعلیم یافتہ تھے اور ڈاکٹر صاحب کا، ان کے بارے میں بہت اچھا نظریہ تھا۔ اس لیے انھوں نے انھیں اپنے چھوٹے بچوں کا گارڈین مقرر کیا اور باپ کے بڑے بھائی عطا محمد پر اسے ترجیح دی۔ لیکن اپنی زندگی کے آخری ایام میں انھوں نے مجھے کئی بار کہا کہ میری خواہش ہے کہ کوئی اور فرد شیخ اعجاز احمد کی جگہ بچوں کا گارڈین مقرر ہوتا۔

All rights reserved. ©2002-2006

کیونکہ وہ قادیانی ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی اس رائے کا کئی بار مجھ سے اظہار کیا۔"
اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر ڈورس احمد لکھتی ہیں کہ

He told me shortly before he died that he wished he had kept Mian Amiruddin and me as guardians specially as I was so close to the children. But since the will had been signed and registered he probably did not feel it was expedient to change it.

"اپنی وفات سے قبل انہوں نے فرمایا کہ میری یہ خواہش تھی کہ وصیت میں جہاں امیر الدین اور تمہیں اپنے بچوں کا گارڈین مقرر کرتا۔ خاص طور پر اس لیے کہ تم بچوں کے بہت قریب ہو۔ لیکن وصیت نامہ پر دستخط ہو چکے اور وہ رجسٹرڈ بھی ہو چکی تھی۔ شاید اس لیے وہ تبدیلی نہ کر پائے۔"

ان واقعات سے عیاں ہوتا ہے کہ میاں امیر الدین علامہ اقبال کے کتنے قریب تھے — اور علامہ اقبال ان کے کردار و افعال کے بارے میں کتنا خوبصورت اندازِ فکر رکھتے تھے۔

IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved
©2002-2006

اقبال اکادمی پاکستان

کی

چند اردو مطبوعات

اقبال اور قرآن		ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان	۱۷۵/۰۰	
اردو میں نعت گوئی		ڈاکٹر ریاض مجید	۱۷۵/۰۰	
اردو میں سیرتِ رسولؐ		ڈاکٹر انور محمود خالد	۱۷۵/۰۰	
اقبال ۸۶ء	مرتبہ:	ڈاکٹر وحید عشرت	۱۰۰/۰۰	
نقوشِ اقبال: (مقالاتِ سید عابد علی عابد)	":	شیما مجید	۸۰/۰۰	
خطباتِ اقبال ــــ ایک جائزہ		پروفیسر محمد شریف بقا	۶۰/۰۰	زیرِ طبع
اقبالیاتِ اسد ملتانی	":	جعفر بلوچ	۶۰/۰۰	"